OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN: 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 74-92

صوفیائے چشت کی رواداری اور خدمت خلق: ایک تحقیقی مطالعہ

A Research Study of Interfaith Harmony & Welfare Service of Chishti Sufis

Dr. Ahmad Raza

Assistant Professor,

Department of Islamic Thought, History & Culture, Allama Iqbal Open University, Islamabad

Dr.Hafiz Muhammad Sajjad

Chairman Department of Interfaith Studies, Faculty of Arabic & Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad

Abstract

The righteous way of a Sufi's life according to the teachings Quran and Sunna of the holy Prophet ﷺ is called Tassawuf. The sufis are real models of Islam because they love human beings and serve them in the love of Allah almighty. The ancient sufi order is Chishti in the Muslim world. The Chishti Order expanded specially in Subcontinent by Khwaja Moeen-ud-Din chishti. He and his illustrious predecessors in Chishti order were the best examples of true human character. They strictly followed the teachings of the Holy Quran and the traditions of the Holy Prophet ﷺ, both in letter and spirit, during every step of their life. They had no secrets to preserve; they were straight-forward and truthful. Whatever they thought was right, they advocated it fearlessly before the world. They were great friend and benefactor of the poor, the widows and the orphans. They never refused a demand or disappointed any needy person at their door. They had big kitchens where food was prepared for the poor every day. Whatever income they received, spent it on the needy persons. They also often gave away their own clothes to the poor. They loved

every human soul. They were quick in forgiving their enemies. This article aim to highlight the welfare services of Chishti sufis.
Keywords: Chishti sufis, welfare services, love to human being.

موضوع کا تعارف

صوفیائے کرام امن وسلامتی، بین المذاہب ہم آہنگی اور رواداری کے علمبر دار ہیں۔ صوفیا کا مقصدِ حیات مخلوق کا رشتہ خالق سے مستحکم کرنا ہے۔ دعوت دین کے لیے ان کا پسندیدہ مقام وہ ہوتا ہے جو ثقافتی کثرت کا حامل ہو تا کہ وہ اپنی تعلیمات مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے اللہ کے ان بندوں تک بھی پہنچا سکیں جنہیں اللہ کی وحدانیت کا شعور نہیں ہوتا۔ جو اللہ کے دین سے دور اور نفرت وعداوت کے ماحول میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ صوفیا مخلق خدا سے رواداری وتواضع سے پیش آتے ہیں۔ وہ مخلوق خدا کے درمیان کسی قسم کی تفریق نہیں کرتے۔ وہ صرف اور صرف خدمت کرتے ہیں۔ چنانچہ تمام صوفیائے کرام کی بالعموم اور سلسلۂ چشت کے صوفیہ کرام کی خدمات کے متعدد پہلو ہمیں تاریخ میں نظر آتے ہیں۔ سلسلہ چشت کی رواداری خدمت خلق کے حوالے سے مثالی خدمات اس مقالہ میں تحقیقی اسلوب کے ساتھ پیش کی جارہی ہیں۔

مقالہ کا اسلوب

مقالہ ہذا تاریخی تحقیقِ اسلوب پر مشتمل ہے جس میں سلسلہ چشت کے صوفیائے کرام کی خدمت خلق کو تحقیق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

مقالہ کا بنیادی سوال

صوفیائے چشت کی رواداری اور خدمت خلق کے حوالے سے تعلیمات وخدمات کیا ہیں؟ عصر حاضر میں ان تعلیمات خدمات سے استفادہ کیونکر ممکن ہے؟

مقالہ کے مباحث

مقالہ ہذا کے مباحث حسب ذیل ہیں:

- تصوف کا مفہوم
- صوفیا کے عقائد
- سلاسلِ تصوف
- سلسلہ چشتیہ کا تعارف

- سلسلہ چشتیہ کا شجرۂ طریقت
- سلسلہ چشتیہ کی خصوصیات
- صوفیائے چشت کا طریقۂ اعتدال
- صوفیائے چشت کی رواداری اور خدمت خلق

تصوف کا مفہوم

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق زندگی گزارنے کا نام تصوف ہے۔ تصوف دین کے مکمل فہم اور سمجھ بوجھ کا نام ہے بایں طور کہ دین کی تعلیمات پر اس کی روح کے مطابق عمل کیا جائے۔ اسلام میں ایسے کسی تصوف کی گنجائش نہیں جو شریعت کے احکام سے بے تعلق ہو۔ تصوف تو در اصل اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی سچی محبت، بلکہ عشق کا نام ہے۔ عشق کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی سے بال برابر بھی انحراف نہ کیا جائے۔ اسلامی تصوف شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں، بلکہ شریعت کے احکام کو انتہائی خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ بجالانے، اللہ سے محبت اور نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی گزارنے کا طریقہ ہے۔ چنانچہ حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں: ’’تصوف صفا کی ایسی حکایت اور تعبیر ہے جس میں کوئی شکوہ اور شکایت نہیں ہوتی۔‘‘(۱)

تصوف طریقت ہی کا دوسرا نام ہے اور طریقت اس راہ کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والی ہو۔ چنانچہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں: ’’اللہ عزوجل کی طرف سب سے قریب تر راستہ قانونِ بندگی کو لازم پکڑنا اور شریعت کی گرہ تھامے رہنا ہے۔‘‘(۲)

شیخ عبد الوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں: ’’تصوف کیا ہے؟ بس احکامِ شریعت پر بندہ کے عمل کا خلاصہ ہے۔‘‘(۳)

ہر کامل صوفی ولایت کے درجہ پر فائز ہوتا ہے اور ولایت کے لیے کرامت لازم ہے۔ کرامت دو طرح کی ہے۔ ایک وہ جس میں کسی دھوکہ کا دخل نہیں ہو سکتا۔ دوسری وہ جس میں استدراج اور شعبدہ کا شبہ ہوتا ہے۔ اصل کرامت وہی ہے جو استدراج سے پاک ہو۔ چنانچہ شیخ عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں: ’’ولی کی کرامت یہ ہے کہ اس کا ہر فعل نبی کریم ﷺ کے قول پر ٹھیک اترے۔‘‘(۴)

درج بالا اقوالِ صالحین سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تصوف در حقیقت اللہ تعالیٰ کی کامل بندگی اور نبی کریم ﷺ کی مکمل اتباع واطاعت کا نام ہے۔ اور یہی قربِ خداوندی کا درست راستہ ہے۔ ان اقوال سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جو لوگ تصوف اور صوفیائے کاملین پر اعتراض کرتے ہیں وہ در حقیقت تصوف کی تعلیمات سے بالکل ہی نابلد ہیں، ورنہ انہیں تصوف کو سمجھنے میں دشواری پیش نہ آتی اور نہ ہی وہ تصوف اور صوفیا پر اعتراضات نہ کرتے۔

صوفیا کے عقائد

صوفیا کے کیا عقائد ہیں اور ان کے مذہب کی بنیاد کس چیز پر ہے؟ امام قشیری اس سلسلہ میں ہماری رہنمائی یہ کرتے ہیں:

''ان شیوخ ھذہ الطائفۃ۔۔۔۔۔وعرفوا ماھو حق القدم''[۵]

(اس جماعت کے شیوخ نے تصوف کے اصولوں کی بنیاد توحید کے صحیح اصولوں پر رکھی ہے اور انہوں نے اپنے عقائد کو بدعتوں سے محفوظ رکھا ہے اور ان قواعد کی پیروی کی ہے جن پر انہوں نے سلف صالحین اور اھل سنت کو پایا ہے۔ یعنی ایسی توحید جس میں نہ فرقہ مشبہ کی تمثیل پائی جاتی ہے نہ فرقہ معطلہ کی تعطیل۔ اور انہوں نے قِدم یعنی اللہ تعالیٰ کے قدیم ہونے کے حق کو پہچانا ہے۔)

صوفیا کی متعدد ایسی عبارات ہیں جن میں انہوں نے اپنے عقائد اور ان عقائد کی بنیاد کا ذکر کیا ہے۔ رسالہ قشیریہ کی چند عبارات ملاحظہ کیجیے:

شیخ سھل بن عبد اللہ تستری م ۲۸۳ھ فرماتے ہیں:

اصولنا سبعۃ التمسک بکتاب والاقتدا بسنۃ رسول اللہ ﷺ وأکل الحلال وکف الأذی واجتناب المعاصی والتوبۃ وأدائ الحقوق

(ہمارے سات اصول ہیں۔ کتاب اللہ کو مضبوط پکڑنا، رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی کرنا، حلال کھانا، کسی کو دکھ نہ دینا، گناہوں سے پرہیز کرنا، توبہ کرنا اور لوگوں کے حقوق ادا کرنا۔)

شیخ ابو القاسم جنید بن محمد المعروف جنید بغدادی متوفی ۲۹۷ھ فرماتے ہیں:

علمنا هذا مقيد بالكتاب والسنة۔ من لم يحفظ القرآن ولم يكتب الحديث لا يقتدى به في هذا الأمر لأن علمنا هذا مقيد بالكتاب والسنة

(ہمارا یہ علم کتاب و سنت پر مبنی ہے۔ جس نے قرآن حفظ کیا ہو اور نہ ہی حدیث لکھی ہو تو تصوف کے معاملہ میں اس کی پیروی نہیں کی جائے گی۔ اس لئے کہ ہمارے علم میں کتاب و سنت کی قید پائی جاتی ہے۔)

شیخ ابن عربی متوفی ۶۳۸ھ فرماتے ہیں:

عليك بالاقتداء برسول الله ﷺ في أحواله وأقواله وأفعاله إلا ما نص عليه أنه مختص به فيما لا يجوز لنا أن نفعله[۹]

(رسول اللہ ﷺ کے احوال و اقوال و افعال کی تابعداری کرنا اپنے اوپر لازم سمجھو۔ سوائے ان امور کے جن کے بارے میں آپ نے وضاحت سے فرما دیا ہے کہ وہ آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں اور ہمارے لئے ان کا کرنا جائز نہیں ہے)۔

سلاسل تصوف

تصوف میں مشہور و معروف سلاسل طیفیوریہ، خزازیہ، جنیدیہ، نوریہ، حکیمیہ، سہیلیہ، چشتیہ، نظامیہ، صابریہ، قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ ہیں۔ عرصہ دراز سے مسلمانوں کی اکثریت ان سلاسل میں سے کسی نہ کسی ایک سلسلہ میں روحانی فیض حاصل کر رہی ہے۔ تمام سلاسل اس امر میں متحد و متفق ہیں کہ راہ سلوک کے سالک کا مطلوب و مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے جو اخلاق حمیدہ کی تصحیح اور تہذیب سے حاصل ہوتی ہے۔ رضائے الٰہی کی مرکزی و محوری نقطہ ہے جس کے ہر سلسلہ میں مخصوص طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ شیخ اپنے مرید کو اس خاص طریقہ کی تعلیم و تلقین اور تربیت کرتا ہے اور مرید اس پر عمل کر کے حق تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکتا ہے۔ یہ امر بھی نہایت توجہ طلب ہے کہ اخلاق حمیدہ کی تصحیح و تہذیب اتباع و اطاعت رسول ﷺ سے ہی ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اخلاق حسنہ کے عظیم درجہ پر فائز ہیں اور آپ ﷺ کی ذات حق تعالیٰ کی

پسندیدہ ترین ہے اور اس کی توحید کی برھان عظیم ہے۔ تمام انبیاو مرسلین کی صفات حسنہ و کاملہ کا مجموعہ اور مخزن آپ ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔ اور آپ ﷺ سلسلہ نبوت کا اختتام کر کے قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کے ہادی، رہبر، رہنما اور نجات دہندہ ہیں۔ صوفیا کرام آپ ﷺ کی امت کے صالحین ہیں جو آپ ﷺ سے عملاً کامل محبت کرتے ہیں اور آپ ﷺ کی کامل اتباع کرتے ہیں۔ جب وہ آپ ﷺ کی اتباع کی طرف گامزن ہوتے ہیں تو آپ ﷺ کی ذات بابرکات کی کوئی خاص جہت اور صفت ان کے دلوں پر منعکس ہو جاتی ہے جس سے ان کے دلوں کو حضور ﷺ سے خاص نسبت حاصل ہو جاتی ہے اور یہ نسبت ہر ولی کو حاصل ہوتی ہے۔ اور اس ولی سے بیعت ہونے والوں میں یہ نسبت جاری رہتی ہے۔ بیعت کا سلسلہ عہد صحابہ سے لیکر آج تک امت میں تسلسل اور تواتر کے ساتھ جاری ہے۔ جس میں شریعت کا ظاہر حسن بھی ہے اور باطنی حسن بھی۔

سلسلہ چشتیہ کا تعارف

تصوف کے تمام سلاسل میں قدیم ترین سلسلۂ چشتیہ ہے۔ اس کی بنیاد خواجہ ممشاد علو دینوری بغدادی (م ۲۹۹ھ) نے رکھی۔ خواجہ ممشاد علو دینوری اپنے زمانہ کے عظیم بزرگ تھے۔ آپ خواجہ ابو ہبیرہ امین الدین بصری کے مریدِ خاص و خلیفہ تھے۔ آپ کا شمار جلیل القدر مشائخ و صاحبان علوم ظاہری و باطنی میں ہوتا ہے۔(۷) آپ کے نام کی بابت مؤرخین میں اختلاف پایا جاتا ہے جسے تذکرۃ الاولیاء اور تذکرہ مشائخ چشت میں رفع کیا گیا ہے۔ مولانا محمد زکریا نے تذکرہ مشائخ چشت میں واضح کیا ہے کہ شیخ علو دینوری اور شیخ ممشاد دینوری دونوں ایک ہی شخصیت ہیں اور انہیں شیخ ممشاد علو دینوری لکھا جاتا ہے۔(۸) تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ آپ اپنی خانقاہ کا عموماً بند رکھتے تھے۔ جب کوئی آپ کی خدمت میں بازیاب ہونا چاہتا تو اس سے پوچھتے کہ مقیم ہو یا مسافر۔ اگر مقیم ہو تو خانقاہ میں آجاؤ اور اگر مسافر ہو تو یہ خانقاہ تمھاری جگہ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جب تم چند روز یہاں رہو گے اور مجھے تم سے انس ہو جائیگا اور پھر تم یہاں سے جانا چاہو گے تو مجھے اس کی تکلیف ہو گی۔ اور مجھ میں فراق کی طاقت نہیں۔(۹)

نفحات الانس میں ہے کہ خواجہ ابو اسحاق ابراہیم شیبان شامی (م ۳۲۹ھ) جب خواجہ علو ممشاد دینوری کی خدمت میں بغداد حاضر ہوئے تو آپ نے ان کا نام پوچھا۔ جواب دیا ابو اسحاق

شامی۔ خواجہ ممشاد نے فرمایا آج سے لوگ تجھے ابو اسحاق چشتی کہہ کر پکاریں گے۔ چشت اور اس کے قرب و جوار کے لوگ تجھ سے ہدایت پائیں گے اور ہر وہ شخص جو تیرے سلسلہ ارادت میں داخل ہو گا لوگ اسے قیامت تک چشتی کہہ کر پکاریں گے۔(۱۰) چنانچہ پیر و مرشد کے حکم پر آپ نے خراسان کے شہر چشت میں مخلوق خدا کی روحانی تربیت و اصلاح کا مرکز قائم کیا اور وہاں قیام کر کے بندگان خدا کی رہنمائی۔ جس کی وجہ سے چشت کو بہت شہرت حاصل ہوئی اور اس مرکز فیض کے فیض یافتگان کو چشتی کہا جانے لگا۔ آپ قطبِ چشتیہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کے بعد مزید چار مشائخ کا تعلق بھی چشت سے تھا۔ ان میں ابو احمد چشتی، ابو محمد بن ابو احمد چشتی، سید ابو یوسف چشتی اور سید مودود چشتی کے اسمائے گرامی مشہور ہیں۔۔ خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی صاحبِ فقر بزرگ تھے اور اس پر ناز کرتے اور فرماتے تھے: درویشی عرب و عجم کی بادشاہی سے بڑھ کر ہے۔ اگر ابو اسحاق کو ملکِ سلیمان بھی دے دیں تو وہ قبول نہیں کرے گا۔ آپ کو سماع سے بے حد لگاؤ تھا۔ آپ کی مجلس میں جو شخص ایک بار حاضر ہوتا پھر گناہ سے دور رہتا، آپ کی مجلس کی برکات سے ہر شخص وجد میں رہتا، اگر کوئی مریض ایک بار مجلس میں آجاتا تو شفا پاتا، دنیا کا پجاری آتا تو تارک الدنیا ہو جاتا تھا۔(۱۱)

سلسلہ چشتیہ کا شجرۂ طریقت

تصوف کے سلاسل میں سلسلۂ طریقت کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ سلسلہ چشتیہ کا شجرۂ طریقت نبی کریم ﷺ سے شروع ہوتا ہے اور برصغیر میں خواجہ معین الدین اجمیری تک پہنچتا ہے۔ سلسلہ چشتیہ کا شجرہ حسب ذیل ہے:

امام الانبیا خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، خواجہ حسن بصری، خواجہ ابی الفضل عبد الواحد بن زید، خواجہ فضیل بن عیاض، خواجہ ابراہیم بن ادھم، خواجہ سدید الدین حذیفہ المرعشی، خواجہ ابو ہبیرہ امین الدین بصری، خواجہ ممشاد علو دینوری، خواجہ ابو اسحاق شامی چشتی، خواجہ ابو احمد چشتی، خواجہ ابو محمد بن احمد چشتی، خواجہ ابو یوسف چشتی، خواجہ قطب الدین مودود چشتی، خواجہ حاجی شریف زندنی چشتی، خواجہ عثمان ہارونی چشتی اور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری۔

سلسلہ چشتیہ کی خصوصیات

سلسلہ چشتیہ کو روحانی فیض حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے حاصل ہے۔ سلسلہ چشتیہ خصوصیت نسبتِ عشق کا فروغ ہے جو ذکر کی کثرت اور تصور ذات باری تعالیٰ کے انہاک سے حاصل ہوتا ہے۔ اس بابت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا فرمان ہے کہ "اصحاب طریقت اور ارباب حقیقت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انسان کی پیدائش کا اصل مطلوب و مقصود اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ محبت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ذاتی اور صفاتی۔ ذاتی محبت تو محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ و انعام ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ صفاتی محبت کسب سے بھی حاصل ہوتی ہے۔ اور محبت حاصل کرنے کا طریقہ ہر آن ذکر الٰہی پر مداومت کرنا ہے بایں طور کہ دل ماسوا اللہ سے فارغ اور خالی ہو۔"(۱۲)

سلاسل قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ وغیرہ میں سالک کے لئے متعین نصاب موجود ہے لیکن سلسلہ چشتیہ میں کوئی معین و مقرر نصاب نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں بصیرت کی اعلیٰ استعداد سالک میں پیدا کی جاتی ہے اور اصلاح و تربیت کا کام شیخ کرتا ہے۔ شیخ کی ایک نظر مرید کی کایہ پلٹ دیتی ہے اور اسے عشق حقیقی کی راہ پر ڈال دیتی ہے۔ اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ آتش عشق سارے رذائل کو راکھ کر دیتی ہے اور اللہ کی محبت کے سوا ہر شئی کی محبت کو جلا کر رکھ دیتی ہے۔ اس سلسلہ میں فنافی الشیخ یعنی شیخ کی ذات میں فنا ہو جانا اہم ترین سعادت شمار ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں سماع کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے اور اس سے روحانی تسکین حاصل کی جاتی ہے۔ مشائخ سلسلہ صلح کل کی بنیاد پر ہر انسان سے بے لوث محبت کرتے ہیں۔ ان مشائخ میں سے اکثریت کا نظریہ وحدۃ الوجود کا ہے۔ جمالِ الوہیت کا مشاہدہ عین کثرت میں کرتے ہیں۔ لاموجود الا اللہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ خدمت خلق، مہمان نوازی، رواداری اور تواضع اس سلسلہ کی مشائخ کی خصوصیات ہیں۔

صوفیائے چشت کا طریقۂ اعتدال

انسانوں کے جس گروہ میں سب سے زیادہ اعتدال پایا جاتا ہے وہ صوفیائے کرام ہیں۔ کیونکہ وہ مجاہدۂ نفس کے ذریعے طبیعت کے شر پسندانہ عناصر کو ختم کرنے کی کامیاب کوشش کرتے ہیں۔ علم نافع کی کوشش جاری رکھتے ہیں۔ وہ سب کو علم غیر نافع کے نقصانات و حجابات سے بچنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ وہ طبیعتوں میں اعتدال پیدا کرنے کے لئے عبادت و ریاضت میں کثرت اور احترام آدمیت کے درس کے ساتھ ساتھ کم خوری کو عادت بناتے ہیں۔ علمی و فقہی اختلافات کو طول

دینے سے احتراز کرتے ہیں۔ وصلِ الٰہی کے لئے ہٹ دھرمی اور تصادم و تخاصم کو حجاب سمجھتے ہیں، خواہ وہ علمی ہی کیوں نہ ہو۔ اس معاملہ میں صوفیائے چشت اعتدال کے طریقہ پر عمل پیر رہتے ہیں۔ وہ مخلوق خدا سے نرمی و محبت کا درس دیتے ہیں۔ وہ لوگوں کے باہمی اختلافات کو دور کرنے کی سعی کرتے ہیں اوراس کی ترغیب بھی دیتے ہیں۔

عصر حاضر میں کچھ طبقات میں تصوف کے نام پر فکری و عملی بے اعتدالی درآئی ہے۔ چنانچہ اس بے اعتدالی سے معاشرہ کو محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ صوفیائے چشت کی مثالی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ اس سلسلہ میں محبوبِ الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی درج ذیل نصیحت پر عمل کیا جائے تو یقیناً بہتر نتائج مل سکتے ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں: ”اس شخص کو اپنا پیر، شیخ یا مرشد بناؤ جس میں تین اوصاف یکجا پاؤ۔ ایک علم، دوسرا عقل اور تیسرا عشق۔ جب علم ہو گا تو وہ تمہیں جہالت کا سبق نہیں پڑھائے گا، عقل ہو گی تو بد عقلی کا حکم نہیں دے گا اور جب صاحب عشق ہو گا تو اللہ اور رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہر حکم کا خود بھی تابع ہو گا اور تمہیں بھی اسی راہ پر چلائے گا۔“(۱۳)

صوفیائے چشت کی رواداری اور خدمتِ خلق

صوفیائے چشت نے ہمیشہ امن وآشتی، بین المذاہب ہم آہنگی اور رواداری، سماجی و ثقافتی ہم آہنگی، خدمتِ خلق اور قومی یک جہتی کی تعلیم دی ہے۔ انہوں نے اللہ جل شانہ کا پیغام اللہ کے ان بندوں تک پہنچایا جنہیں اللہ کی وحدانیت کا شعور نہیں تھا۔ جو اللہ کے دین سے دور کفر و شرک کے اندھیروں میں بھٹک رہے تھے اور نفرت وعداوت کے ماحول میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ صوفیائے چشت نے ان کے ساتھ ہمدردی، رواداری اور خدمت کا عملی مظاہرہ کیا۔ سلسلہ چشت کے صوفیائے کرام کی خدمات کے متعدد پہلو ہمیں تاریخ میں نظر آتے ہیں، ملاحظہ کیجیے:

- معاشرہ کی اصلاح کے حوالے سے صوفیائے چشت کی خدمات کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ وہ لوگوں کے نفوس کی تطہیر کرتے ہیں۔ جب کہ دوسری جانب صوفیہ کی خدمات کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بچھڑے ہوئے بندوں کو ان کے مالک و مولیٰ سے ملاتے ہیں۔ اور بھاگے ہوئے غلاموں کو ان کے آقا کے دربار میں پہنچاتے ہیں۔

- صوفیائے چشت کے سماج اور معاشرے کی خدمت کے کئی اور ایسے پہلو نظر آتے ہیں جو دنیاوی لحاظ سے خصوصاً زیادہ اہم ہیں اور جن کی وجہ سے یہ تحریک روحانی ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرتی بھی نظر آتی ہے۔
- صوفیائے چشت نظام مساوات اور کرامت انسانی کے علم بردار ہیں۔ چنانچہ ان کے ہاں ذات پات اور مذہب وعقیدہ کی تفریق کے بغیر سب کے لئے دروازے کھلے رہے۔ انہوں نے انسانی اقدار کا ہمیشہ لحاظ رکھا۔اوراعلیٰ اقدار کی پاسداری کے انمٹ نقوش تاریخ میں چھوڑے۔
- صوفیائے چشت سماجی خدمات میں پہل کرنے والے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی خانقاہوں میں لنگر خانہ قائم کیا تاکہ بلا تفریق لوگ ان کے دستر خوان پر بیٹھ کر کھا سکیں۔ جس سے انسانی بھائی چارے کو زیادہ سے زیادہ فروغ ملے۔
- صوفیائے چشت کی جماعت ہر زمانے میں معاشرتی برائیوں مثلاً چوری، بدکاری، ناانصافی، جھوٹ، غیبت، قطع رحمی وغیرہ کے خاتمہ کے لیے ہمیشہ سرگرم رہی۔یہ جماعت افراد معاشرہ کو تمام عمدہ انسانی معاشرتی خوبیوں سے آراستہ کرنے کے لئے جہد مسلسل کرتی رہی۔
- صوفیائے چشت نے مسلمانوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کے لوگوں کو بھی اسلام سے قریب کرنے کے لیے محبت اور رواداری کے اصولوں پر کام کیا۔ سختی اور تشدد کو انہوں نے کبھی پسند نہیں کیا۔ اور یہی دعوتِ دین کا زرین اصول بھی ہے۔ دعوت کے عمل سے وابستہ شخص کو ہر فرد کے ساتھ شفقت ومحبت کا عملی مظاہرہ کرنا چاہیے، کیوں کہ داعی جب اپنے عمدہ اخلاق کے ذریعہ انسانی قلوب پر قبضہ کر لیتا ہے تو اپنا پیغام بڑی آسانی کے ساتھ ان تک پہنچانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ صوفیہ نے نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی شگفتہ تعلقات رکھنے کو دعوت وتبلیغ کے لیے موثر قرار دیتے ہوئے اس کی تاکید کی۔ انہوں نے نہ صرف اپنے اقوال واعمال سے بلکہ اپنے مال سے بھی اللہ کی مخلوق کو نوازا اور اسلام کی طرف مائل کیا۔ اس بابت چند نظائر درج ذیل ہیں:

صوفیائے چشت نے کبھی نفرت وتشدد کا درس نہیں دیا اور نہ ہی کسی خانقاہ میں مذہب کی بنیاد پر کسی قسم کا بھید بھاؤ روا رکھا۔ اس ضمن میں سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا خاص طور سے ذکر کیا جا سکتا ہے۔ آپ کی خانقاہ ہندوستان میں رواداری کا مرکز ہے، جہاں

ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی اور ہر مذہب کے ماننے والے بڑی عقیدت واحترام کے ساتھ حاضری دے کر قلبی سکون حاصل کرتے ہیں۔ آپ پوری زندگی رواداری کے اصولوں پر عمل پیرا رہے۔ کسی مذہب کے ماننے والوں کو اپنی بارگاہ سے نامراد نہیں لوٹایا۔ جب آپ اجمیر تشریف لائے تو اس وقت ہندوستان کا یہ خطہ کفر و شرک کا مرکز تھا۔ آپ نے اجمیر میں اپنے محبت آمیز ارشادات اور انسانیت نواز تعلیمات کے ذریعہ خلق خدا کو دینِ اسلام کی طرف راغب کیا۔ آپ نے جب اصلاح کی تحریک چلائی تو بین المذاہب رواداری اور بھائی چارگی کے فروغ کے پیش نظر ان مقامی رسوم ورواج کو بھی باقی رکھا جو اسلامی شریعت کے مخالف نہیں تھے۔ آپ نے انسانیت کے ناطے دوسرے مذہب کے لوگوں میں محبت بانٹی۔ آپ کے لنگر کھانے سے اپنے اور غیر سبھی شکم سیری کیا کرتے تھے۔ آپ کا فرمان مشہور ہے کہ جس شخص کے اندر دریا کی طرح سخاوت، آفتاب کی طرح شفقت اور زمین کی طرح تواضع موجود ہو وہ اللہ کے نزدیک محبوب ہے۔ آپ نے اپنے اس ارشاد کو عملی جامہ بھی پہنایا۔ آپ کے بحر سخاوت سے ہر طبقے اور ہر مذہب کے لوگ فیض یاب ہوئے۔ آپ کی شفقتوں کے سایے میں غمزدوں کو غموں کا مداوا ملا۔

بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ نے اجودھن آمد کے فوراً بعد ہی کمزور انسانی طبقات کی بھرپور مدد کا بیڑا اٹھایا۔ ایک دن آپ درختوں کے نیچے لوگوں کے ساتھ محوِ گفتگو تھے کہ ایک دودھ فروش ہندو عورت کا وہاں سے گذر ہوا۔ آپ نے اس سے خیریت دریافت کی۔ ہندو سماج میں وہ عورت نیچ ذات سے تعلق رکھتی تھی اور نیچ ذات والوں سے اس طرح نرمی کے ساتھ پیش آنا اور ان کی خیریت دریافت کرنا نہایت متعجب ہوتا تھا۔ لیکن آپؒ نے اس عورت کو بہ حیثیت انسان اس کا مرتبہ عطا کیا اور اس سے گفتگو کی۔ آپ کے اس حسن سلوک سے وہ متاثر ہوئی اور اپنے گھریلو حالات بیان کرنے لگی۔ لیکن وہ خوف زدہ بھی تھی۔ آپؒ نے اس کی اس کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا تم بلاخوف وخطر اپنے دل کی بات کہو۔ ہم مسلمان تمہارے غم گسار ہیں۔ ہمارا دین دنیا کے ہر مظلوم کی مدد وحمایت کرتا ہے۔ آپؒ کی باتیں سن کر اس کا حوصلہ بڑھا اور اس نے بتایا کہ یہاں کے جوگی اور جادوگر اسے بلامعاوضہ دودھ دینے پر مجبور کیے ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اگر تو ہمیں دودھ نہیں دے گی تو پہلے تیرے سارے جانور مریں گے اور بعد میں تیرے بچے۔ یہ کہہ کر عورت رونے لگی۔ آپؒ نے اسے تسلی دی اور فرمایا جب تک اللہ کی طرف سے کوئی مصیبت انسان کا مقدر نہ بن جائے اس وقت تک دنیا کی کوئی طاقت اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اگر تم ان جوگیوں

اور جادوگروں کی بجائے اللہ کا خوف دل میں پیدا کرلو تو تم، تمہارے جانور اور تمہارے بچے محفوظ رہو گے۔ یوں آپؒ نے نہ صرف اسے تسلی دی بلکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا درس بھی دیا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ بھی ادا کیا۔

ابھی یہ بات چیت ہو رہی تھی کہ چند لوگ وہاں آن پہنچے جنہیں دیکھ کر وہ عورت خوف زدہ ہو گئی۔ آپؒ نے اسے فرمایا تم میری مہمان ہو، تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں خود ان سے بات کرلوں گا۔ وہ لوگ جادوگر کے چیلے تھے اور عورت پر قہرناک لہجے میں چلانے لگے۔ آپؒ نے ان سے کہا تم سب بیٹھ جاؤ۔ آپؒ کی آواز کی گونج ابھی باقی تھی کہ ان سب پر سکتہ طاری ہو گیا اور وہ بے اختیار زمین پر بیٹھ گئے۔ چیلوں کو ڈھونڈتے ہوئے جادوگر بھی آن پہنچا اور اپنے چیلوں پر غضب ناک ہونے لگا۔ آپؒ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا انہیں میں نے قید کرلیا ہے۔ یہ اب کہیں نہیں جاسکتے۔ اس نے انتہائی غرور اور تکبر سے کہا اس دنیا میں کون ہے جو میرے چیلوں کو قید کر سکے؟ پھر وہ اپنے منتر پڑھنے لگا۔ آپؒ نے اسے فرمایا کفر کے دن پورے ہو چکے اب تیرا کوئی منتر نہیں چلے گا۔ اس نے پوری کوشش کی اور ہر حربہ آزمایا لیکن ناکام رہا۔ بالآخر وہ آپ کے قدموں پر گر گیا اور معافی کی درخواست کرنے لگا۔ آپؒ نے اسے اس شرط پر معاف کیا کہ وہ اپنے ساتھیوں سمیت اجودھن سے چلا جائے اور آئندہ کبھی اللہ کی مخلوق کو پریشان نہ کرے۔ اس نے یہ شرط مان لی اور اجودھن سے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد آپ شہر میں سکونت پذیر ہوئے اور سیکڑوں بت پرستوں کو کلمہ توحید پڑھا کر اسلام میں داخل کیا۔ آپ نے نہ صرف اس دودھ فروش عورت کی دست گیری کی بلکہ اس کی طرح کئی کمزور طبقات کی بھی مدد کی جن کے واقعات تاریخ کی کتابوں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ [۱۴]

صوفیائے کرام نبی کریم ﷺ کے فرمان عالی شان الخلق عیال اللہ کے مقتضیات پر عمل پیرا تھے۔ وہ عقائد و نظریات میں اختلاف کے باوجود انسانی رشتوں کو نظر انداز نہیں کرتے تھے۔ ان کی وسیع القلبی اور رواداری کا یہ حال تھا کہ کسی کی کوئی بات انہیں پسند آتی تو برملا اس کا اعتراف کرتے۔ فوائد الفواد کی روایت کے مطابق بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں جوگی بھی آیا کرتے تھے۔ ایک بار آپ کی خانقاہ میں خواجہ نظام الدین اولیا سے ایک جوگی کی عالم

علوی اور سفلی پر بات چیت ہوئی۔ جوگی نے اپنے خیالات کی وضاحت کی تو بابا فرید اس کی بات سے متاثر ہوئے اور فرمایا: مجھے اس کی بات اچھی لگی۔(۱۵)

رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ اپنے پاس مال جمع نہ رکھتے تھے۔ اللہ کا دیا ہوا مال اللہ کے بندوں پر خرچ کر دیتے تھے۔ بابا فرید گنج شکر صحیح معنوں میں متبعِ سنتِ رسول ﷺ تھے۔ آپؒ بھی اتباعِ رسول ﷺ میں اپنے پاس کچھ جمع نہ رکھتے۔ جو مال آپؒ کی خدمت میں نذر کیا جاتا وہ سارا غریبوں، محتاجوں اور ضرورت مندوں کی مالی معاونت میں خرچ کر دیا جاتا۔ آج کے گدی نشینوں اور پیروں کو آپؒ کی سیرت کے اس پہلو کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ آج کا پیر دولت کے انبار جمع کرتا ہے اور وراثت میں بھاری بھر کم مال و دولت اور جائیداد چھوڑ کر جاتا ہے۔ غریبوں اور محتاجوں کی امداد اور معاونت تو کجا، بلکہ ان سے نذرانے وصول کرتا ہے۔

ایک مرتبہ سلطان غیاث الدین بلبن نے باباؒ کی خدمت میں سرخ سکوں سے بھرے ہوئے دو طشت بھیجے۔ آپؒ نے مولانا بدرالدین اسحاق سے پوچھا آج لنگر خانہ میں کتنی رقم کی ضرورت ہے؟ مولانا نے عرض کیا صرف ایک سکہ درکار ہے۔ آپؒ نے فرمایا صرف ایک سکہ لے لو اور باقی فقراء میں تقسیم کر دو۔ مولانا نے پھر عرض کیا حضور ایک سکہ قرض بھی ہے جو لنگر کے لیے ادھار لیا تھا۔ آپ نے فرمایا وہ بھی لے لو اور باقی سکے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دو۔ مولانا نے حسبِ حکم سارے سکے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیے۔(۱۶)

صوفیائے چشت مخلوق خدا کی پریشانیوں کو دور کرنے میں خاص مقام رکھتے ہیں۔ ایک مرتبہ امیر حسن سنجری کو کچھ دنوں تک تنخواہ نہ ملی اور وہ پریشان ہو گئے، آپ کی اس پریشانی کی اطلاع حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کو ہوئی تو آپ نے امیر حسن سنجری کو ایک برہمن کا یہ واقعہ سنایا: ایک شہر میں کوئی مال دار برہمن رہتا تھا، شاید اس پر اس شہر کے حاکم نے جرمانہ کیا اور اس کا سارا مال واسباب لے لیا۔ بعد ازاں وہی برہمن مفلس اور مضطرب کسی راستے سے چل رہا تھا، سامنے سے اسے ایک دوست ملا، پوچھنے لگا کیا حال ہے؟ برہمن نے کہا: اچھا اور بہت عمدہ ہے۔ اس نے کہا ساری چیزیں تو تجھ سے چھن گئیں، اب کیا خاک اچھا ہو گا۔ بولا: میرا زنار میرے پاس ہے۔ اس

واقعہ کا امیر حسن پر حد درجہ اثر ہوا اور اضطراب دور ہو گیا۔ انہوں نے شیخ کے اس فرمان کا مقصد سمجھ لیا اور سکون و اطمینان کی سانس لی۔ (۱۷)

صوفیائے چشت کی خدمت میں مسلمان عقیدت مندوں کے ساتھ بڑی تعداد میں غیر مسلم بھی حاضری دیا کرتے تھے۔ مشائخ ان غیر مسلموں کے ساتھ اخلاق و محبت کے ساتھ پیش آتے، ان کی باتیں سنتے، ان کی ضیافت بھی فرماتے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ صالحین کی صحبت ان کے قلوب پر اثر انداز ہو اور ان کی دل کی دنیا بدل جائے۔

سیر الاولیا میں ہے: ایک دن ایک مسلمان، ایک ہندو کو لے کر شیخ نظام الدین اولیا کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یہ میرا بھائی ہے، آپ نے پوچھا: کیا تمہارا یہ بھائی اسلام سے کچھ رغبت رکھتا ہے؟ اس شخص نے عرض کیا: میں اسی غرض سے لایا ہوں کہ جناب کی نظر التفات سے یہ مسلمان ہو جائے۔ شیخ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا: اس قوم پر کسی کے کہنے کا اثر نہیں ہوتا، ہاں اگر کسی صالح مرد کی صحبت میں آجایا کریں تو شاید اس کی برکت سے مسلمان ہو جائیں۔ (۱۸)

شیخ نظام الدین اولیاء کی خانقاہ نہ صرف مریدین کے لیے رشد و ہدایت کا سرچشمہ تھی بلکہ اسے خلق خدا کی دردمندی کا بھی مرکز سمجھا جاتا تھا۔ مسیحائے وقت کے مرکزِ جود و سخا سے اپنے اور غیر سبھی فیض یاب ہوتے تھے۔ یہاں غریبوں کی شکم سیری کے لیے مسلسل لنگر جاری رہتا تھا۔ پریشان حال بلا تفریق مذہب و ملت آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے کرب و اضطراب کا اظہار کرتے تھے۔ اپنا درد دل بیان کرتے اور حضرت محبوب الٰہی ہر ایک کے زخم پر مرہم لگاتے تھے۔ ہر ایک کے غم کو اپنے اوپر طاری کر کے رب ذوالجلال کی بارگاہ میں دعائیں کرتے تھے۔ آپ کی خانقاہ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا، امیر و غریب، شہری اور دیہاتی، بوڑھے اور بچے سبھی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ جو جس وقت ملاقات کے لیے حاضر ہوتا اسی وقت باریابی کی اجازت دی جاتی تھی۔

صوفیہ کرام خلق خدا سے محبت فرمایا کرتے تھے اور مخلوق کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھ کر اس کے ازالہ کی کوشش کرتے۔ خلق خدا کو خوش کرنا ان کے نزدیک ایک نیک اور محبوب عمل تھا۔ اس سلسلے میں وہ مسلم اور غیر مسلم کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے تھے۔ وہ پریشان حال انسانوں کی پریشانیوں کو دیکھ کر تڑپ اٹھتے اور بھوکوں کی بھوک کا خیال ان کے لقمہ کو حلق سے نیچے اترنے نہیں دیتا تھا۔ صوفیہ کرام ہر مذہب اور ہر طبقے کے لوگوں پر شفقتیں بانٹتے تھے۔ ہر اس

عمل سے باز رہنے کا حکم دیتے جو کسی انسان کی دل شکنی کا باعث ہو۔ جو انسان کسی کی بھوک کا خیال کرتے ہوئے خود شکم سیر ہو کر نہ کھائے وہ کسی کو تکلیف کیسے پہنچا سکتا ہے، وہ بے گناہ انسانوں کی ہلاکت کی تعلیم کیسے دے سکتا ہے؟۔ خواجہ غریب نواز کے اجل خلفا میں قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ زبردست عالم و فاضل تھے اور روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ آپ کی خدمت میں مسلمانوں کے ساتھ جین دھرم کے ماننے والے عقیدت مند بھی بڑی تعداد میں آیا کرتے تھے۔ جین دھرم کے لوگ گوشت سے حد درجہ پرہیز کیا کرتے ہیں۔ قاضی صاحب نے اپنے ان غیر مسلم عقیدت مندوں کی دل بستگی کا خیال رکھتے ہوئے اپنی خانقاہ میں گوشت پکانے پر پابندی لگادی تھی۔ آج بھی آپ کی خانقاہ کے لنگر میں گوشت نہیں پکتا۔ رواداری کی اس سے اعلیٰ مثال اور کیا ہو سکتی ہے۔

شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۶۷ھ) اپنے عہد کے عظیم چشتی بزرگ تھے۔ دیگر اکابر صوفیائے چشت کی طرح آپ کا بھی یہ نظریہ تھا کہ اپنے دین پر سختی سے عمل کیا جائے لیکن دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ بھی خوش گوار تعلقات رکھے جائیں اوران کے ساتھ رواداری کا سلوک کیا جائے۔ آپ اکثر اپنے مریدوں کو ہدایت فرماتے تھے: اپنے مذہب، اپنے تمدن، اپنی شریعت پر قائم رہو۔ لیکن ساتھ ہی دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ تعلقات میں کبھی بدمزگی پیدا نہ ہونے دو۔ سالک کو چاہیے کہ کسی کو رنج نہ پہنچائے بلکہ ساری مخلوق سے صلح رکھے۔(۱۹)

صوفیائے چشت نے اپنی انہی محبت آمیز تعلیمات کے ذریعہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں ایسا سماجی نظام قائم کیا جس کی بنیاد رواداری پر تھی، اس نظام میں مختلف افکار و نظریات کے حامل اور مختلف مذاہب کے ماننے والے امن وامان اور سکون واطمینان کے ساتھ زندگی گزارتے تھے۔ فضا ہر طرف انسان دوستی اور بھائی چارگی کی خوشبوؤں سے معطر تھی۔ مناقب المحبوبین میں ہے کہ حافظ سید محمد علی خیر آبادی کے عقیدت مندوں میں غیر مسلموں کی بڑی تعداد شامل تھی۔ حیدر آباد کے چندر لال کو آپ سے بے حد عقیدت تھی۔ اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ دہلی کا ایک کائستھ ہندو آپ کی خدمت میں آنے جانے لگا اور آپ کے اخلاق و کردار سے اس قدر متاثر ہوا کہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔(۲۰)

صوفیائے چشت نے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ جس طرح رواداری کا برتاؤ کیا اور جس انداز میں وسیع پیمانے پر اسلام کی تبلیغ واشاعت کا فریضہ انجام دیا اس سے واضح ہے کہ ان کی دعوت و تبلیغ کا یہ طریقہ بے حد موثر اور کارگر تھا۔ ہمیں آج کے نفرت بھرے ماحول میں ان کے داعیانہ حکمت و تدبیر کے اصولوں سے سبق حاصل کرنا چاہیے، رواداری کا ماحول بناکر غیر اقوام کو پہلے خود سے قریب کرنا چاہیے۔ پھر انہیں اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کر کے دامن اسلام سے وابستہ ہونے کی دعوت دینی چاہیے۔ یہ حقیقت ہے کہ غیروں میں تبلیغ دین کے لیے ان کی فطرت کی شناخت اور ان کے طبیعت کے تقاضوں کو سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ یہ اسی وقت ہوگا جب ان کے ساتھ معاشرے میں رہ کر ان کی صبح وشام کا جائزہ لیا جائے، ان کے خیالات کا باریک بینی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے اور اپنے اسلامی عقائد و نظریات کو ملحوظ رکھ کر ان سے میل جول رکھا جائے۔ خلیق نظامی کے بقول:

> ”مشائخ چشت ہدایت فرماتے تھے کہ اگر کوئی ہندو تمہاری صحبت سے گرویدگی یا عقیدت کی بنا پر تمہارے پاس آنے جانے لگے اور تم سے ذکر وغیرہ کے متعلق پوچھے تو فوراً بتادو، اس فکر میں نہ رہو کہ وہ باقاعدہ مسلمان ہو جائے تو اسے روحانی تعلیم دی جائے۔“(۲۱)

شاہ کلیم اللہ دہلوی نے اپنے ایک مکتوب میں فرمایا: ہندو اور مسلمانوں میں سے جو بھی تم سے عقیدت رکھے اسے ذکر و فکر اور مراقبہ کی تعلیم دو۔ کیوں کہ ذکر اپنی خاصیت کے سبب اسے خود اسلام کے بندھن کی طرف کھینچ لے گا۔(۲۲)

صوفیائے چشت کی ان تعلیمات سے جہاں اسلام کی تبلیغ واشاعت کے راستے کھل جاتے وہیں رواداری کا ایک خوشگوار ماحول قائم ہوتا، نفرتیں محبتوں میں تبدیل ہو جاتیں، دوریاں قربت میں بدل جاتیں اور توفیق الٰہی سے کفر و شرک کی ظلمت سے معمور دل ایمان کی روشنی سے منور ہو جاتے۔

خلاصہ

حقیقت یہ ہے کہ سلسلہ چشتیہ کے صوفیائے کرام نے اللہ کی زمین کو علم و آگہی، معرفت و طریقت، زہد و تقویٰ، مذہبی رواداری اور انسان دوستی کی ایسی لازوال خوشبو سے مہکا دیا کہ آج تک یہ دھرتی ان خوشبوؤں سے معطر ہے اور مسلسل مہک رہی ہے۔ جب تک صوفیانہ تعلیمات ہماری

رہبری کرتی رہیں گی ہماری قومی یک جہتی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ دنیا کے گوشے گوشے میں موجود صوفیہ کرام امن وسلامتی کے ضامن ہیں۔ اس بات کی صداقت میں کوئی شک نہیں کہ صوفیانہ تعلیمات کے فروغ سے ہی دنیا میں امن وسلامتی اور بھائی چارگی کا ماحول قائم ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ انسانیت کے تحفظ اور فروغِ امن کا واحد راستہ تصوف کا راستہ ہے۔

نتائج وسفارشات

- صوفیہ کرام نے اللہ کی زمین کو علم و آگہی، معرفت وطریقت، زہد و تقویٰ، مذہبی رواداری اور انسان دوستی کی لازوال خوشبو سے مہکا دیا۔
- صوفیائے چشت نے ہمیشہ امن وسلامتی، رواداری، اور یک جہتی کی تعلیم دی ہے۔
- صوفیائے چشت خلق خدا سے محبت فرمایا کرتے تھے اور مخلوق کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھ کر اس کے ازالہ کی کوشش کرتے۔ خلق خدا کو خوش کرنا صوفیہ کے نزدیک ایک نیک اور محبوب عمل تھا۔ اس سلسلے میں وہ مسلم اور غیر مسلم کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے تھے۔
- سختی اور تشدد کو صوفیائے چشت نے کبھی پسند نہیں کیا اور یہی دعوتِ دین کا زرین اصول بھی ہے۔
- صوفیا چشت نے محبت آمیز ارشادات اور انسانیت نواز تعلیمات کے ذریعہ خلق خدا کو دینِ اسلام کی طرف راغب کیا۔
- صوفیائے چشت نے جب اور جس مقام پر اصلاح کی تحریک چلائی تو بین المذاہب رواداری اور بھائی چارگی کے فروغ کے پیش نظر ان مقامی رسوم ورواج کو بھی باقی رکھا جو اسلامی شریعت کے مخالف نہیں تھے۔
- صوفیائے چشت پریشان حال انسانوں کی پریشانیوں کو دیکھ کر تڑپ اٹھتے اور بھوکوں کی بھوک کا خیال ان کے لقمہ کو حلق سے نیچے اترنے نہیں دیتا تھا۔ اسی لیے انہوں نے لنگر خانے قائم کیے۔
- صوفیائے چشت ہر اس عمل سے باز رہنے کا حکم دیتے جو کسی انسان کی دل شکنی کا باعث ہو۔
- دنیا کے گوشے گوشے میں موجود صوفیہ کرام امن وسلامتی کے ضامن ہیں۔

- صوفیانہ تعلیمات کے فروغ سے ہی دنیا میں امن و سلامتی اور بھائی چارگی کا ماحول قائم ہو سکتا ہے۔
- عالمی سطح پر اسلام کا صحیح تشخص صوفیانہ خدمات کے ذریعے پیش کیا جا سکتا ہے۔
- قومی و بین الاقوامی جامعات میں تمام صوفیہ کرام اور بالخصوص صوفیائے چشتیہ کی خدمات پر ہر پہلو سے تحقیق کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ داتا گنج بخش، علی بن عثمان ہجویری، کشف المحجوب (مترجم)، مدینہ پبلشنگ کمپنی، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۶۳

۲۔ ابو الحسن علی بن یوسف شطنوفی، بہجۃ الاسرار (مترجم)، پروگریسو بکس، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۵۰

۳۔ عبد الوہاب شعرانی، طبقات الشافعیہ، مطبعہ عثمانیہ، ترکی، ۲۰۱۰ء، ص ۴

۴۔ ابو الحسن علی بن یوسف شطنوفی، بہجۃ الاسرار، ص ۳۹

۵۔ ابو القاسم محمد بن عبد الکریم قشیری، الرسالۃ القشیریہ، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۲ھ، ص ۱۵

۶۔ ایضاً، ص ۱۶

۷۔ غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء، مکتبہ نبویہ لاہور، ۲۰۱۲ء، ج ۲، ص ۳۶

۸۔ محمد زکریا، تاریخ مشائخ چشت، مکتبہ الشیخ، کراچی، ۱۹۹۱ء، ص ۱۵۱

۹۔ فرید الدین عطار، تذکرۃ الاولیاء (مترجم)، الفاروق بک فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۹۷ء، ص ۳۸۴

۱۰۔ عبد الرحمن جامی، نفحات الانس (مترجم)، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۳۸۴ھ، ص ۶۲

۱۱۔ محمد زکریا، تاریخ مشائخ چشت، ص ۱۵۱

۱۲۔ امیر خورد سید محمد مبارک کرمانی، سیر الاولیا، مرکز تحقیقات فارسی، پاکستان، ۱۹۸۸ء، ص ۴۶۴

۱۳۔ امیر حسن علاء سنجری، فوائد الفواد (مترجم)، منظور بک ڈپو، دہلی، ۱۹۹۸ء، ص ۱۵۵

۱۴۔ خان آصف، اللہ کے سفیر، اخبارِ جہاں پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۹۷ء، ص ۳۴۰-۳۴۴ ملخصاً

۱۵۔ امیر حسن علاء سنجری، فوائد الفواد، ص ۱۸۸

۱۶۔ محمد خالد مسعود، بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کا فلسفہ انسانیت، سانجھ پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص۵۹

۱۷۔ امیر حسن علاء سنجری، فوائد الفواد، ص۱۶۷

۱۸۔ امیر خورد کرمانی، سیر الاولیاء، ص۱۷۵

۱۹۔ سید اخلاق احمد رضوی، نافع السالکین، مطبع مرتضوی، دہلی، ۱۹۷۷ء، ص۴۶

۲۰۔ نجم الدین سلیمانی، مناقب المحبوبین، مطبع محمدی، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص۳۳

۲۱۔ پروفیسر خلیق نظامی، تاریخ مشائخ چشت، مکتبہ عارفین، کراچی، ۲۰۰۲ء، ص۱۱۶

۲۲۔ شاہ کلیم اللہ جہان آبادی، مرقع کلیمی، حامد اینڈ کمپنی، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص۳۲